باہر نکلنے کے قوانین

لباس اور ستر کے حدود مقرر کرنے کے بعد آخری حکم جو عورتوں کو دیا گیا ہے وہ یہ ہے :-

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ - (الاحزاب : ۴)

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ - (النور : ۴)

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ - (الاحزاب : ۴)

وقرن کی قرأت میں اختلاف ہے - عام قرّاء مدینہ اور بعض کوفیوں نے اسکو وَقَرْنَ بفتح قاف پڑھا ہے جس کا مصدر قرار ہے - اس لحاظ سے ترجمہ یہ ہوگا کہ "اپنے گھروں میں ٹھیری رہو یا جمی بیٹھی رہو" عام قرّاء کوفہ و بصرہ نے وَقِرْنَ بکسر قاف پڑھا ہے جس کا مصدر وقار ہے - اس لحاظ سے معنی یہ ہوں گے کہ "اپنے گھروں میں وقار اور سکینت کے ساتھ رہو"

تبرّج کے دو معنی ہیں - ایک زینت اور محاسن کا اظہار - دوسرے چلنے میں ناز و انداز دکھانا تبختر کرتے ہوئے چلنا، اٹھلانا، لچکے کھانا، جسم کو توڑنا، ایسی چال اختیار کرنا جس میں ایک ادا پائی جاتی ہو - آیت میں یہ دونوں معنی مراد ہیں - جاہلیت اولیٰ میں عورتیں خوب بن سنور کر نکلتی تھیں جس طرح دورِ جدید کی جاہلیت میں نکل رہی ہیں - پھر چال بھی قصداً ایسی اختیار کی جاتی تھی کہ ہر قدم زمین پر نہیں بلکہ دیکھنے والوں کے دلوں پر پڑے - مشہور تابعی و مفسرِ قرآن قتادہ بن دعامہ کہتے ہیں کہ کانت لھن مشیۃ وتکسر وتغنج فنھاھن اللہ عن ذٰلک - اس کیفیت کو سمجھنے کے لیے کسی تاریخی بیان کی حاجت نہیں - کسی ایسی سوسائیٹی میں تشریف لے جائیے جہاں مغربی وضع کی خواتین تشریف لاتی ہوں

جاہلیت اولیٰ کی تبرج والی چال آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اسلام اسی سے منع کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اول تو تمہاری صحیح جائے قیام تمہارا گھر ہے۔ بیرون خانہ کی ذمہ داریوں سے تم کو اسی لیے سبکدوش کیا گیا ہے کہ تم سکون و وقار کے ساتھ اپنے گھروں میں رہو اور خانگی زندگی کے فرائض ادا کرو۔ تاہم اگر ضرورت پیش آئے تو گھر سے باہر نکلنا بھی تمہارے لیے جائز ہے، لیکن نکلتے وقت پوری عصمت مآبی ملحوظ رکھو۔ نہ تمہارے لباس میں کوئی شان اور بھڑک ہونی چاہیے کہ نظروں کو تمہاری طرف مائل کرے۔ نہ اظہار حسن کے لیے تم میں کوئی بے تابی ہونی چاہیے کہ چلتے چلتے کبھی چہرے کی جھلک دکھاؤ اور کبھی ہاتھوں کی نمائش کرو۔ نہ چال میں کوئی خاص ادا پیدا کرنی چاہیے کہ نگاہوں کو خود بخود تمہاری طرف متوجہ کر دے۔ ایسے زیور بھی پہن کر نہ نکلو جن کی جھنکار غیروں کے لیے سامعہ نواز ہو۔ قصداً لوگوں کو سنانے کے لیے آواز نہ نکالو۔ ہاں اگر بولنے کی ضرورت پیش آئے تو بولو، مگر رس بھری آواز نکالنے کی کوشش نہ کرو۔ ان قواعد اور حدود کو ملحوظ رکھ کر اپنی حاجات کے لیے تم گھر سے باہر نکل سکتی ہو۔

یہ ہے قرآن کی تعلیم۔ آیئے اب حدیث پر نظر ڈال کر دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعلیم کے مطابق سوسائٹی میں عورتوں کے لیے کیا طریقے مقرر فرمائے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور انکی خواتین نے اس پر کس طرح عمل کیا۔

حاجات کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت

حدیث میں ہے کہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے حضرت عمرؓ کا تقاضا تھا کہ یا رسول اللہ اپنی خواتین کو پردہ کرائیے۔ ایک مرتبہ ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رات کے وقت باہر نکلیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھ لیا اور پکار کر کہا کہ سودہ! ہم نے تم کو پہچان لیا۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح خواتین کا گھروں سے نکلنا ممنوع ہو جائے۔ اس کے بعد جب احکام حجاب نازل ہوئے تو حضرت عمرؓ کی بن آئی۔ انہوں نے عورتوں کے باہر نکلنے پر زیادہ روک ٹوک شروع کر دی۔ ایک مرتبہ پھر حضرت سودہ کے ساتھ وہی صورت پیش آئی۔ وہ گھر سے نکلیں اور عمر رضی اللہ

عنہ نے ٹوکا۔ انہوں نے آنحضرت سے شکایت کی۔ حضور نے فرمایا قد اذن اللہ لکن ان تخرجن لحوائجکن (اللہ نے تم کو اپنی ضروریات کے لیے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے)[له]

اس سے معلوم ہوا کہ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ کے حکم قرآنی کا منشاء یہ نہیں ہے کہ عورتیں گھر کے حدود سے کبھی قدم باہر نکالیں ہی نہیں۔ حاجات و ضروریات کے لیے ان کو نکلنے کی پوری اجازت ہے۔ مگر یہ اجازت نہ غیر مشروط ہے نہ غیر محدود۔ عورتیں اسکی مجاز نہیں ہیں کہ آزادی کے ساتھ جہاں چاہیں پھریں اور مردانہ اجتماعات میں گھل مل جائیں۔ حاجات و ضروریات سے شریعت کی مراد ایسی واقعی حاجات و ضروریات ہیں جن میں درحقیقت نکلنا اور باہر کام کرنا عورتوں کے لیے ناگزیر ہو۔ اب یہ ظاہر ہے کہ تمام عورتوں کے لیے تمام زمانوں میں نکلنے اور نہ نکلنے کی ایک ایک صورت بیان کرنا اور ہر ہر موقع کے لیے رخصت کے علیحدہ علیحدہ حدود مقرر کر دینا ممکن نہیں ہے۔ البتہ شارع نے زندگی کے عام حالات میں عورتوں کے لیے نکلنے کے جو قاعدے مقرر کیے تھے اور حجاب کے حدود میں جس طرح کمی و بیشی کی تھی اس سے قانون اسلامی کی اسپرٹ اور اس کے رجحان کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، اور اسکو سمجھکر انفرادی حالات اور جزئی معاملات میں حجاب کے حدود اور موقع و محل کے لحاظ سے ان کی کمی و بیشی کے اصول ہر شخص خود معلوم کر سکتا ہے۔ اس کی توضیح کے لیے ہم مثال کے طور پر چند مسائل بیان کرتے ہیں۔

مسجد میں آنے کی اجازت اور اس کے حدود

یہ معلوم ہے کہ اسلام میں سب سے اہم فرض نماز ہے، اور نماز میں حضورِ مسجد اور شرکت جماعت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ مگر نماز با جماعت کے باب میں جو احکام مردوں کے لیے ہیں اُن کے بالکل برعکس احکام عورتوں کے لیے ہیں۔ مردوں کے لیے وہ نماز افضل ہے جو مسجد میں جماعت کے ساتھ ہو۔ اور عورتوں کے لیے وہ نماز افضل ہے جو گھر میں انتہائی خلوت کی حالت میں ہو۔ امام

له۔ یہ متعدد احادیث کا لب لباب ہے۔ ملاحظہ ہو مسلم، باب اباحۃ الخروج للنساء لقضاء حاجۃ الانسان۔ بخاری: باب خروج النساء لحوائجھن و باب آیۃ الحجاب۔

احمد اور طبرانی نے ام حمید ساعدیہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ :-

قالت یا رسول اللہ انی احب الصلوٰۃ معك قال قد علمت۔ صلوٰتكِ فی بیتكِ خیر لكِ من صلوٰتكِ فی حجرتكِ وصلوٰتكِ فی حجرتكِ خیر من صلوٰتكِ فی دارك وصلوٰتكِ فی دارك خیر من صلوٰتكِ فی مسجد قومكِ وصلوٰتكِ فی مسجد قومكِ خیر من صلوٰتكِ فی مسجد الجماعۃ۔	انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھوں۔ حضور نے فرمایا مجھے معلوم ہے مگر تیرا ایک گوشہ میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تو اپنے کمرے میں نماز پڑھے۔ اور کمرے میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تو اپنے گھر کے دالان میں نماز پڑھے اور تیرا اپنے دالان میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تو اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھے۔ اور تیرا اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ مسجد جامع میں نماز پڑھے[1]

اسی مضمون کی حدیث ابوداؤد میں ابن مسعودؓ سے منقول ہے جس میں حضور نے فرمایا کہ :-

صلوٰۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلوٰتھا	عورت کا اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے

[1] عورت کو اس قدر خلوت میں نماز پڑھنے کی ہدایت جس مصلحت سے دی گئی ہے اسکو خود عورتیں زیادہ بہتر سمجھ سکتی ہیں۔ مہینے میں چند روز ایسے آتے ہیں جن میں عورت کو مجبوراً نماز ترک کرنی پڑتی ہے اور اس طرح وہ بات ظاہر ہو جاتی ہے جسے کوئی حیادار عورت اپنے بھائی بہنوں پر بھی ظاہر کرنا پسند نہیں کرتی۔ بہت سی عورتیں اسی شرم کی وجہ سے تارک صلوٰۃ ہو جاتی ہیں۔ شارع نے اس بات کو محسوس کرکے ہدایت فرمائی کہ چھپ کر خلوت کے ایک گوشہ میں نماز پڑھا کرو تاکہ کسی کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ تم کب نماز پڑھتی ہو اور کب چھوڑ دیتی ہو۔ مگر یہ صرف ہدایت ہے تاکیدی حکم نہیں ہے۔ عورتیں گھر میں اپنی الگ جماعت کر سکتی ہیں اور عورت ان کی امامت کر سکتی ہے۔ اُمّ ورقہ بنت نوفل کو آنحضرتؐ نے اجازت دی تھی کہ عورتوں کی امامت کریں (ابوداؤد)۔ دارقطنی اور بیہقی کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے عورتوں کی امامت کی اور صف کے بیچ میں کھڑی ہو کر نماز پڑھائی۔

فی حجرتہا و صلوتہا فی مخدعہا افضل من صلوتہا فی بیتہا (باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد)

کہ وہ اپنے کمرے میں نماز پڑھے - اور اس کا اپنے چور خانہ میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھے -

دیکھیے یہاں ترتیب بالکل الٹ گئی ہے - مرد کے لیے سب سے ادنیٰ درجہ کی نماز یہ ہے کہ وہ ایک گوشۂ تنہائی میں پڑھے، اور سب سے افضل یہ کہ وہ بڑی سے بڑی جماعت میں شریک ہو - مگر عورت کے لیے اسکے برعکس انتہائی خلوت کی نماز میں فضیلت ہے، اور اس خفیہ نماز کو نہ صرف نماز باجماعت پر ترجیح دی گئی ہے، بلکہ اُس نماز سے بھی افضل کہا گیا ہے جس سے بڑھ کر کوئی نعمت مسلمان کے لیے ہو ہی نہیں سکتی تھی یعنی مسجد نبوی کی جماعت جسکے امام خود امام الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے - آخر اس فرق و امتیاز کی وجہ کیا ہے؟ یہی ناکہ شارع نے عورت کے باہر نکلنے کو پسند نہیں کیا، اور جماعت میں ذکور و اناث کے خلط ملط ہونے کو روکنا چاہا -

مگر نماز ایک مقدس عبادت ہے، اور مسجد ایک پاک مقام ہے - شارع حکیم نے اختلاط صنفین کو روکنے کے لیے اپنے منشار کا اظہار تو فضیلت اور عدم فضیلت کی تفریق سے کر دیا - مگر ایسے پاکیزہ کام کے لیے ایسی پاک جگہ آنے سے عورتوں کو منع نہیں کیا - حدیث میں یہ اجازت جن الفاظ کیساتھ آئی ہے وہ شارع کی بے نظیر حکیمانہ شان پر دلالت کرتے ہیں - فرمایا -

لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ - اذا استاذنت امرأۃ احدکم الی المسجد فلا یمنعھا - (بخاری و مسلم)

خدا کی لونڈیوں کو خدا کی مسجدوں میں آنے سے منع نہ کرو جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت مانگے تو وہ اس کو منع نہ کرے -

لا تمنعوا نساءکم المساجد و بیوتھن خیر لھن (ابوداؤد)

اپنی عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو مگر ان کے گھر ان کے لیے زیادہ بہتر ہیں -

یہ الفاظ خود ظاہر کر رہے ہیں کہ شارع عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکتا تو نہیں ہے، کیونکہ مسجد میں نماز کے لیے جانا کوئی برا فعل نہیں جس کو ناجائز قرار دیا جاسکے۔ مگر مصالح اسکی بھی مقتضی نہیں کہ مساجد میں ذکور و اناث کی جماعت مخلوط ہو جائے۔ لہذا ان کو آنے کی اجازت تو دے دی، مگر یہ نہیں فرمایا کہ اپنی عورتوں کو مسجدوں میں بھیجو، یا اپنے ساتھ لایا کرو، بلکہ صرف یہ کہا کہ اگر وہ افضل نماز کو چھوڑ کر ادنیٰ درجہ کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آنا ہی چاہیں اور اجازت مانگیں تو منع نہ کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو روح اسلام کے بڑے راز داں تھے، شارع کی اس حکمت کو خوب سمجھتے تھے۔ چنانچہ مؤطا میں مذکور ہے کہ انکی بیوی عاتکہ بنت زید سے ہمیشہ اس معاملہ میں انکی کشمکش رہا کرتی تھی۔ حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ وہ مسجد میں جائیں۔ مگر انھیں جانے پر اصرار تھا۔ وہ اجازت مانگتیں تو آپ ٹھیک ٹھیک حکم نبوی پر عمل کر کے بس خاموش ہو جاتے۔ مطلب یہ تھا کہ ہم تمہیں روکتے نہیں ہیں، مگر صاف صاف اجازت بھی نہ دینگے۔ وہ بھی اپنی بات کی پکی تھیں۔ کہا کرتی تھیں کہ خدا کی قسم میں جاتی رہونگی جب تک کہ آپ صاف الفاظ میں منع نہ کرینگے۔[1]

مسجد میں آنے کی شرائط حضورؐ نے مساجد کی اجازت دینے کے ساتھ چند شرائط بھی مقرر کر دی گئیں۔ ان میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ دن کے اوقات میں مسجد نہ جائیں، بلکہ صرف ان نمازوں میں شریک ہوں جو اندھیرے میں پڑھی جاتی ہیں، یعنی عشاء اور فجر۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم اتذنوا النساء بالليل الی المساجد۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں آنے دو۔

(ترمذی، باب خروج النساء الی المسجد) وفی ھذا المعنی حدیث اخرجہ البخاری فی باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس۔

[1] یہ حال صرف حضرت عمرؓ ہی کی بیوی کا نہ تھا بلکہ عہد نبوی میں بکثرت عورتیں نماز با جماعت کے لیے مسجد جایا کرتی تھیں۔ ابو داؤد میں ہے کہ مسجد نبوی میں بسا اوقات عورتوں کی دو دو صفیں ہو جاتی تھیں (باب ما یکرہ من ذکر الرجل ما یکون من اصابتہ اہلہ)

حضرت ابن عمر کے شاگرد خاص حضرت نافع کہتے ہیں کہ رات کی تخصیص اس لیے کی کہ رات کی تاریکی میں اچھی طرح پردہ داری ہو سکتی ہے۔	وقال نافع مولیٰ ابن عمر وکان اختصاص اللیل بذالك لکونه استر واخفیٰ۔
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ جب عورتیں نماز کے بعد اپنی اوڑھنیوں میں لپٹی ہوئی گذرتیں تو تاریکی	عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلعم لیصلی الصبح فینصرف النساء متلفعات بمروطهن مایعرفن من الغلس[۱]

کی وجہ سے پہچانی نہ جاتیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مسجد میں زینت کے ساتھ نہ آئیں، نہ خوشبو لگا کر آئیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور مسجد میں تشریف فرما تھے کہ قبیلہ مزینہ کی ایک بہت بنی سنوری ہوئی عورت بڑے ناز و تبختر کے ساتھ چلتی ہوئی آئی۔ حضور نے فرمایا لوگو! اپنی عورتوں کو زینت اور تبختر کے ساتھ مسجد میں آنے سے روکو۔[۲] خوشبو کے متعلق فرمایا کہ جب رات تم کو نماز میں شریک ہونا ہو اس رات کو کسی قسم کا عطر لگا کر نہ آؤ، نہ بخور استعمال کرو۔ بالکل سادہ لباس میں آؤ۔ جو عورت خوشبو لگا کر آئی اسکی نماز نہ ہوگی۔[۳]

---

[۱] ترمذی، باب التغلیس فی الفجر۔ اسی مضمون کی احادیث بخاری (باب وقت الفجر) مسلم (باب استحباب التبکیر بالصبح فی اول وقتها) ابو داؤد (باب وقت الصبح) اور دوسری مستندات میں مروی ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی کتب حدیث میں موجود ہے کہ نماز پڑھ لینے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مرد نمازی بیٹھے رہتے تھے تاکہ عورتیں اٹھ کر چلی جائیں۔ اسکے بعد آپ اور سب لوگ کھڑے ہوتے تھے۔ ملاحظہ ہو بخاری، باب صلوٰۃ النساء خلف الرجال۔ ابو داؤد، باب انصراف النساء قبل الرجال عن الصلوٰۃ

[۲] ابن ماجہ، باب فتنۃ النساء۔

[۳] ملاحظہ ہو مؤطا، باب خروج النساء الی المساجد۔ مسلم، باب خروج النساء الی المسجد۔ ابن ماجہ، باب فتنۃ النساء۔

تیسری شرط یہ ہے کہ عورتیں جماعت میں مردوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں اور نہ آگے کی صفوں میں آئیں۔ انھیں مردوں کی صفوں کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے۔ فرمایا کخیر صفوف الرجال اولھا وشرھا اٰخرھا وخیر صفوف النساء اٰخرھا وشرھا اولھا "مردوں کے لیے بہترین مقام آگے کی صفوں میں ہے اور بدترین مقام پیچھے کی صفوں میں، اور عورتوں کے لیے بہترین مقام پیچھے کی صفوں میں ہے اور بدترین مقام آگے کی صفوں میں"[1] جماعت کے باب میں حضورؐ نے یہ قاعدہ ہی مقرر کر دیا تھا کہ عورت اور مرد پاس پاس کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھیں، خواہ وہ شوہر اور بیوی، یا ماں اور بیٹے ہی کیوں نہ ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میری نانی مُلَیْکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ کھانے کے بعد آپ نماز کے لیے اٹھے۔ میں اور یتیم (غالباً حضرت انس کے بھائی کا نام تھا) حضورؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور مُلَیْکہ ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں[2]۔ حضرت انس کی دوسری روایت ہے کہ حضورؐ نے ہمارے گھر میں نماز پڑھی۔ میں اور یتیم آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور میری ماں ام سلیم ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں[3]۔ حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نماز کے لیے اٹھے۔ میں آپ کے پہلو میں کھڑا ہوا اور حضرت عائشہ ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں[3]۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ عورتیں نماز میں آواز بلند نہ کریں۔ قاعدہ یہ مقرر کیا گیا ہے کہ اگر نماز میں امام کو کسی چیز پر متنبہ کرنا ہو تو مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں دستک دیں[4]۔

ان تمام حدود و قیود کے باوجود جب حضرت عمرؓ کو جماعت میں ذکور و اناث کے خلط ملط ہونے کا

---

[1] ترمذی۔ باب ماجاء فی الرجل یصلی و معہ رجال و نساء۔

[2] بخاری۔ باب المرأۃ وحدھا تکون صفاً۔

[3] نسائی۔ باب موقف الامام اذا کان معہ صبی و مرأۃ

[4] بخاری، باب التصفیق للنساء۔ ابوداؤد، باب التصفیق فی الصلوٰۃ۔

اندیشہ ہوا تو آپ نے مسجد میں عورتوں کے لیے ایک دروازہ مختص فرما دیا اور مردوں کو اس دروازہ سے آنے جانے کی ممانعت کر دی۔[1]

حج میں عورتوں کا طریقہ اسلام کا دوسرا اجتماعی فریضہ حج ہے۔ یہ مردوں کی طرح عورتوں پر بھی فرض ہے مگر حتی الامکان عورتوں کو طواف کے موقع پر مردوں کے ساتھ خلط ملط ہونے سے روکا گیا ہے۔ بخاری میں عطاء سے روایت ہے کہ عہد نبوی میں عورتیں مردوں کے ساتھ طواف کرتی تھیں مگر خلط ملط نہ ہوتی تھیں۔[2] فتح الباری میں ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے طواف میں عورتوں اور مردوں کو گڈمڈ ہونے سے روک دیا تھا۔ ایک مرتبہ ایک مرد کو آپ نے عورتوں کے مجمع میں دیکھا تو پکڑ کر کوڑے لگائے۔[3] موطا میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اپنے بال بچوں کو مزدلفہ سے منیٰ آگے روانہ کر دیا کرتے تھے تاکہ لوگوں کے آنے سے پہلے صبح کی نماز اور رمی سے فارغ ہو جائیں۔ نیز حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ صبح اندھیرے منہ منیٰ تشریف لے جاتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عورتوں کے لیے یہی دستور تھا۔[4]

جمعہ و عیدین میں عورتوں کی شرکت جمعہ اور عیدین کے اجتماعات اسلام میں جیسی اہمیت رکھتے ہیں، محتاج بیان نہیں۔ انکی اہمیت کو مد نظر رکھکر شارع نے خاص طور پر ان اجتماعات کے لیے وہ شرط اڑا دی جو عام نمازوں کے لیے تھی، یعنی یہ کہ دن میں شریک جماعت نہ ہوں۔ اگرچہ جمعہ کے متعلق یہ تصریح ہے کہ عورتیں فرضیت جمعہ سے مستثنیٰ ہیں (ابوداؤد، باب الجمعۃ للمملوک)، اور عیدین میں بھی عورتوں کی شرکت ضروری نہیں، لیکن اگر وہ چاہیں تو نماز با جماعت کی دوسری شرائط کی پابندی کرتے ہوئے ان جماعتوں میں شریک ہو سکتی ہیں حدیث

---

[1] ابو داؤد۔ باب فی اعتزال النساء فی المساجد عن الرجال۔

[2] باب طواف النساء مع الرجال۔

[3] جلد سوم صفحہ ۳۱۲۔

[4] موطا، ابواب الحج، باب تقدیم النساء والصبیان۔

سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی خواتین کو عیدین میں لیجاتے تھے۔

عن ام عطیہ قالت ان رسول اللہ صلعم کان یخرج الابکار والعواتق وذوات الخدور والحیض فی العیدین فاما الحیض فیعتزلن المصلی ویشھدن دعوة المسلمین۔ (ترمذی، باب خروج النساء فی العیدین)

ام عطیہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنواری اور جوان لڑکیوں اور گھر گرہستنوں اور ایام والی عورتوں کو عیدین میں لے جاتے تھے۔ جو عورتیں نماز کے قابل نہ ہوتیں وہ جماعت سے الگ رہتیں اور دعا میں شریک ہوجاتی تھیں۔

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج بناتہ ونساءہ فی العیدین۔ (ابن ماجہ باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین)

ابن عباس کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹیوں اور بیویوں کو عیدین میں لے جاتے تھے۔

زیارت قبور و شرکت جنازات مسلمان کے جنازے میں شریک ہونا شریعت میں فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے اور اس کے متعلق جو تاکیدی احکام ہیں، واقف کاروں سے پوشیدہ نہیں۔ مگر یہ سب مردوں کے لیے ہیں۔ عورتوں کو شرکت جنازات سے منع کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس ممانعت میں سختی نہیں ہے، اور کبھی کبھی اجازت بھی دی گئی ہے، لیکن شارع کے ارشادات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا جنازوں میں جانا کراہت سے خالی نہیں۔ بخاری میں ام عطیہ کی حدیث ہے کہ نُہِینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا "ہم کو جنازوں کی مشایعت سے منع کیا گیا تھا مگر سختی کے ساتھ نہیں" (باب اتباع النساء الجنازة)۔ ابن ماجہ اور نسائی میں حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ میں شریک تھے۔ ایک عورت نظر آئی۔ حضرت عمر نے اس کو ڈانٹا۔ حضور نے فرمایا۔ یا عمر دعھا اے عمر اسے چھوڑ دے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت میت کی کوئی عزیز قریب ہوگی۔ شدتِ غم سے مجبور ہو کر ساتھ چلی آئی ہوگی۔ حضور نے اسکے جذبات کی رعایت کرکے حضرت عمر کو ڈانٹ ڈپٹ سے منع فرمادیا۔

ایسی ہی صورت زیارت قبور کی بھی ہے۔ عورتیں رقیق القلب ہوتی ہیں۔ اپنے مردہ عزیزوں کی یاد ان کے دلوں میں زیادہ گہری ہوتی ہے۔ ان کے جذبات کو بالکل پامال کر دینا شارع نے پسند نہ فرمایا۔ مگر یہ صاف کہدیا کہ کثرت سے قبروں پر جانا ممنوع ہے۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث ہے کہ لعن رسول اللہ صلعم زوارات القبور۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت قبروں پر جانے والیوں کو ملعون ٹھیرایا تھا (باب ما جاء فی کراھیۃ زیارۃ القبور للنساء[۱])۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی قبر پر تشریف لے گئیں تو فرمایا واللہ لو شھدتک مازرتک[۲] "بخدا اگر میں تمہاری وفات کے وقت موجود ہوتی تو اب تمہاری قبر کی زیارت کو نہ آتی"۔ انس بن مالک کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو ایک قبر کے پاس بیٹھے روتے دیکھا تو اسے منع نہ فرمایا بلکہ صرف اتقی اللہ واصبری فرما دیا[۳]۔

ان احکام پر غور کیجیے۔ نماز ایک مقدس عبادت ہے۔ مسجد ایک پاک مقام ہے۔ حج میں انسان انتہائی پاکیزہ خیالات کے ساتھ خدا کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ جنازوں اور قبروں کی حاضری میں ہر شخص کے سامنے موت کا تصور ہوتا ہے، غم و الم کے بادل چھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ سب مواقع ایسے ہیں جن میں صنفی جذبات یا تو بالکل مفقود ہوتے ہیں، یا رہتے بھی ہیں تو دوسرے پاکیزہ تر جذبات سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ مگر اسکے باوجود شارع نے ایسے اجتماعات میں بھی مردوں اور عورتوں کی سوسائیٹی کا مخلوط ہونا پسند نہ کیا۔ مواقع کی پاکیزگی، مقاصد کی طہارت اور عورتوں کے جذبات کی رعایت ملحوظ رکھکر انہیں گھر سے نکلنے کی اجازت تو دے دی۔ بعض مواقع پر خود بھی ساتھ لے گئے۔ لیکن حجاب کی اتنی قیود

۱۔ ابن ماجہ میں یہی مضمون حضرت ابن عباس اور حسان بن ثابت سے بھی منقول ہے۔

۲۔ ترمذی، باب ماجاء فی زیارۃ القبور للنساء۔

۳۔ بخاری، باب زیارۃ القبور۔

لگادیں کہ فتنے کے ادنیٰ احتمالات بھی باقی نہ رہیں۔ پھر حج کے سوا تمام دوسرے امور کے متعلق فرما دیا کہ ان میں عورتوں کا شریک نہ ہونا زیادہ بہتر ہے۔ جس قانون کا یہ رجحان ہو اُس سے آپ یہ توقع کیسے کر سکتے ہیں کہ وہ مدرسوں اور کالجوں میں، دفتروں اور کارگاہوں میں، پارکوں اور تفریح گاہوں میں تھیٹروں اور سینماؤں میں، قہوہ خانوں اور رقص گاہوں میں اختلاطِ صنفین کو جائز رکھے گا؟

جنگ میں عورتوں کی شرکت حدودِ حجاب کی سختی آپ نے دیکھ لی۔ اب دیکھیے کہ ان میں نرمی کہاں اور کس ضرورت سے کی گئی ہے۔

مسلمان جنگ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ عام مصیبت کا وقت ہے۔ حالات مطالبہ کر رہے ہیں کہ قوم کی پوری اجتماعی قوت، دفاع میں صرف کر دی جائے۔ ایسی حالت میں اسلام قوم کی خواتین کو عام اجازت دیتا ہے کہ وہ جنگی خدمات میں حصہ لیں۔ مگر اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی پیشِ نظر ہے کہ جو ماں بننے کے لیے بنائی گئی ہے وہ سر کاٹنے اور خون بہانے کے لیے نہیں بنائی گئی۔ اس کے ہاتھ میں تیر و خنجر دینا اس کی فطرت کو مسخ کرنا ہے۔ اس لیے وہ عورتوں کو جان اور آبرو کی حفاظت کے لیے تو ہتھیار اٹھانے کی اجازت دیتا ہے۔ مگر بالعموم عورتوں سے مصافی خدمات لینا اور انھیں فوجوں میں بھرتی کرنا اس کی پالیسی سے خارج ہے۔ وہ جنگ میں ان سے صرف یہ خدمت لیتا ہے کہ زخمیوں کی مرہم پٹی کریں، پیاسوں کو پانی پلائیں، سپاہیوں کے لیے کھانا پکائیں، اور مجاہدین کے پیچھے کیمپ کی حفاظت کریں۔ ان کاموں کے لیے پردے کی حدود انتہائی حد تک کم کر دی گئی ہیں، بلکہ ان خدمات کے لیے تھوڑی ترمیم کے ساتھ وہی لباس پہننا شرعاً جائز ہے جو آج کل عیسائی نَنیں پہنتی ہیں۔

تمام احادیث سے ثابت ہے کہ جنگ میں ازواجِ مطہرات اور خواتینِ اسلام آنحضرتؐ کے ساتھ جاتیں اور مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کی خدمات انجام دیتی تھیں۔ یہ طریقہ احکامِ حجاب نازل ہونے کے بعد بھی جاری رہا[1]۔ ترمذی میں ہے کہ ام سلیم اور انصار کی چند دوسری

[1] بخاری۔ باب حمل الرجل المرأة فی الغزو۔

خواتین اکثر لڑائیوں میں حضورؐ کے ساتھ گئی ہیں۔[۱] بخاری میں ہے کہ ایک عورت نے حضورؐ سے عرض کیا میرے لیے دعا فرمایئے کہ میں بھی بحری جنگ میں جانے والوں کے ساتھ رہوں۔ آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اجعلھا منھم۔[۲] جنگ احد کے موقع پر جب مجاہدین اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے تھے حضرت عائشہ اور ام سلیم اپنی پیٹھ پر پانی کے مشکیزے لاد لاد کر لاتی تھیں اور لڑنے والوں کو پانی پلاتی تھیں حضرت انس کہتے ہیں کہ اس حال میں میں نے انکو پائنچے اٹھائے دوڑ دوڑ کر آتے جاتے دیکھا انکی پنڈلیوں کا نچلا حصہ کھلا ہوا تھا۔[۳] ایک دوسری خاتون ام سُلیط کے متعلق حضرت عمرؓ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "جنگ احد میں دائیں اور بائیں جدھر میں دیکھتا تھا ام سلیط میری حفاظت کے لیے جان لڑاتی ہوئی نظر آتی تھی"۔ اسی جنگ میں ربیع بنت مُعَوِّذ اور انکے ساتھ خواتین کی ایک جماعت زخمیوں کی مرہم پٹی میں مشغول تھی اور یہی عورتیں مجروحین کو اٹھا اٹھا کر مدینہ لے جا رہی تھیں۔[۴] جنگ حنین میں ام سلیم ایک خنجر ہاتھ میں لیے پھر رہی تھیں۔ حضورؐ نے پوچھا یہ کس لیے ہے؟ کہنے لگیں اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو اس کا پیٹ پھاڑ دونگی۔[۵] ام عُطیہ سات لڑائیوں میں شریک ہوئیں کیمپ کی حفاظت، سپاہیوں کے لیے کھانا پکانا، زخمیوں اور بیماروں کی تیمارداری کرنا ان کے سپرد تھا۔[۶] حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جو خواتین اس قسم کی جنگی خدمات انجام دیتی تھیں ان کو اموال غنیمت میں سے انعام دیا جاتا تھا۔[۷]

---

[۱] ترمذی، باب ما جاء فی خروج النساء فی الغزو [۲] بخاری، باب غزو المرأۃ فی البحر

[۳] بخاری، باب غزو النساء وقتالھن مع الرجال۔ مسلم، باب النساء الغازیات یرضخ لھن۔

[۴] بخاری، باب مداواۃ النساء الجرحیٰ فی الغزو [۵] مسلم، باب غزوۃ النساء مع الرجال۔

[۶] ابن ماجہ، باب العبید والنساء یشھدون مع المسلمین۔

[۷] مسلم، باب النساء الغازیات یرضخ لھن۔

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی پردہ کی نوعیت کسی جاہلی رسم کی سی نہیں ہے جس میں مصالح اور ضروریات کے لحاظ سے کمی و بیشی نہ ہو سکتی ہو۔ جہاں حقیقی ضروریات پیش آجائیں وہاں اس کے حدود کم بھی ہو سکتے ہیں، نہ صرف چہرہ اور ہاتھ کھولے جا سکتے ہیں، بلکہ جن اعضاء کو ستر عورت میں داخل کیا گیا ہے ان کے بھی بعض حصے اگر حسب ضرورت کھل جائیں تو مضائقہ نہیں۔ لیکن جب ضرورت رفع ہو جائے تو حجاب کو پھر اُنہی حدود پر قائم ہونا چاہیے جو عام حالات کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔ جس طرح یہ پردہ جاہلی پردہ نہیں ہے، اسی طرح اس کی تخفیف بھی جاہلی آزادی کے مانند نہیں۔ مسلمان عورت کا حال یورپین عورت کی طرح نہیں ہے کہ جب وہ ضروریات جنگ کے لیے اپنی حدود سے باہر نکلی تو اس نے جنگ ختم ہونے کے بعد اپنی حدود میں واپس جانے سے انکار کر دیا۔